ولایت فقیہ اور تھیوکریسی: ایک جائزہ

Wilayat-e-Faqih & Theocracy: An Analysis

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Muqaddar Abbas
P.hD. Research Scholar (Education), MIU, IRI.
E-mail: muqaddarrajoa@gmail.com

Abstract

The legitimacy of a political system has been the most fundamental and controversial subject of political philosophy. The Islamic Revolution of IRI in the last century introduced a new political system to the world. The Founder of this revolution named it *Wilayat-e-Faqih* (the governance of the jurist); whereas critics called it theocracy. This article scrutinizes both political systems under rational and traditional reasoning. According to the author, Divine Sovereignty under the title of *Wilayat-e-Faqih* does not mean the same theocracy that was imposed on the people by the church in the middle ages. So, the imposition of the same ruling on Theocracy and *Wilayat-e-Faqih* is either based on lack of knowledge or is a sign of prejudice.

Key Words: Legitimacy, Political system, *Wilayat-e-Faqih*, Theocracy.

خلاصہ

کسی بھی سیاسی نظام کی قانونی حیثیت، فلسفۂ سیاست کا سب سے بنیادی اور متنازع موضوع رہا ہے۔ گزشتہ صدی ایران میں برپا ہونے والے اسلامی انقلاب نے دنیا کو ایک نئے سیاسی نظام سے متعارف کروایا۔ اس نظام کو انقلاب کے بانی نے "ولایت فقیہ" کا نام دیا جبکہ ناقدین نے اسے "تھیوکریسی" کا نام دیا۔ اس مقالے میں ان دونوں سیاسی نظاموں کا عقلی اور نقلی دلائل کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے۔ مقالہ نگار کے مطابق جب اسلامی نقطۂ نظر سے الہیٰ حاکمیت جسے "ولایتِ فقیہ" کا نام دیا جاتا ہے، کی بات کی جاتی ہے تو اس سے مراد وہ تھیوکریسی نہیں ہے جو قرون وسطیٰ میں کلیسا کے ذریعے لوگوں پر مسلط کی گئی۔ لہٰذا تھیوکریسی اور ولایت فقیہ پر ایک ہی حکم لگانا یا تو لاعلمی کی بنیاد پر ہے یا پھر تعصب کا شاخسانہ ہے۔

کلیدی کلمات: قانونی حیثیت، سیاسی نظام، ولایت فقیہ، تھیوکریسی۔

مقدّمہ

سعادت اور آزادی انسانیت کی آرزو ہے۔ دنیا میں مختلف مکاتب ہیں۔ فکر، نظریے اور آئیڈیالوجی کی اساس اور بنیاد کائنات شناسی ہے۔ کائنات شناسی کی بنیاد شناخت پر ہے۔[1] پس آزادی اور سعادت جیسی اقدار کی تعریف میں فرق شناخت، آئیڈیالوجی، کائنات شناسی اور انسان شناسی پر منحصر ہے۔اسلام کی نگاہ میں آزادی کیا ہے؟ اور مغربی معاشرہ آزادی کی تعریف کیسے کرتا ہے۔؟ دونوں میں بہت زیادہ فرق ہے۔ اگرچہ انسان آزاد خلق ہوا ہے اور اسے خدا نے ارادہ اور اختیار بھی عطا کیا ہے۔ لیکن ایسا بالکل بھی نہیں ہے کہ انسان آزادی، اختیار اور ارادے میں کوئی محدودیت نہیں رکھتا اور اسے کھلی چھُٹی حاصل ہے۔ وہ جو جی چاہے کرتا پھرے۔ اگر اس طرح ہو تو نظامِ کائنات درہم برہم ہو جائے گا۔[2] اور سعادت اور کمال خواب بن کررہ جائیں گے۔ تاریخ بشر اس بات کی گواہ ہے کہ انسان کے اندر موجود "ھل من مزید" کے شعلے نے حدوں کو عبور کیا ہے۔ اور کسی بھی حد کو اپنے لئے رکاوٹ سمجھا۔ دنیا میں کسی بھی ملک؛ چاہے وہ مشرقی ہو یا مغربی، مسلم ہو یا ملحد، خداپرست ہو یا انسان پرست؛ ہر ملک کے اپنے قوانین ہیں کہ جنہوں نے کسی نہ کسی حد تک انسان کو محدود کیا ہے۔ پس اس (ہر قید و بند سے آزاد) کو نہ عقل قبول کرتی ہے نہ ہی دین و فطرت اور نہ ہی انسانی معاشرے اس کا حامل ہو سکتے ہیں۔ ایسا ممکن نہیں ہے کہ انسان ہر قید و بند سے آزاد ہو[3] اور جو جی میں آئے کرتا پھرے۔[4]

کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ اسے یونہی چھوڑ دیا جائے گا؟۔(36:75) جب واضح ہے کہ قانون اور ضابطہ لازم ہے، تو اگلا سوال یہ ہے کہ کون ہو گا جو اس قانون کو انسان کے لئے بنائے گا۔؟ یہی جواب ملے گا وہی لامحدود ذات اس کو قانون فراہم کرے گی جس نے اس محدود مخلوق کو زندگی بخشی ہے۔ ہم نے ہر چیز کو ایک اندازے (قانون) کے مطابق پیدا کیا ہے۔ (19:54) فطرت جو نفخۂ الٰہی کا پرتو ہے اور طبیعت جو بشراًمِن طِین کا مصداق ہے۔ یہ انہیں صلاحیتوں کی بناپر اعلیٰ علّیین کی صف میں بھی کھڑا ہوتا ہے اور اسفل سافلین میں بھی جا گرتا ہے۔ اگر اسے قانون سے ماوراء قرار دے دیا جائے تو انا ربکم الاعلیٰ کا اظہار بھی کر دیتا ہے۔ انسان کو سرکشی سے باز رکھنے کے لئے نظم و قانون کا حاکم ہونا ضروری ہے کہ وہ دوسروں پر مسلط نہ ہو۔[5]

انسان فطرتاً کمال کی تلاش میں ہے۔ ہمیں دنیا میں مختلف مکاتب و مذاہب نظر آتے ہیں۔ ان سب کا آغاز معرفت و شناخت سے ہوتا ہے۔[6] انسانیت کو کمال تک پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیامبر ﷺ کو انسانیت کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔ دین کامل ہوا، نعمت تمام ہوئی۔ یہی وہ ضابطۂ حیات ہے کہ جس کے لئے کہا گیا کہ: "اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ" (19:3) کہا گیا۔ دین کی تعریف کون کرے گا؟ دین کیسا ہو گا؟ اس کی حدود و قیود

کیا ہوں گی؟ انسانی زندگی میں کن اختیارات کا حامل ہو گا۔؟ اس کی تعریف کوئی مستشرق، کوئی ملحد یا لادین شخص نہیں کرے گا بلکہ اس کی بہترین وضاحت خداوند تعالی اور پیامبرِ اکرم ﷺ ہی بیان کر سکتے ہیں۔ عقل انسانی اس بات کی متقاضی ہے کہ جس خالق نے کمال خلقت سے انسان جیسی بہترین مخلوق کو خلق کیا ہے وہ خالق اس انسان کو کمال تک پہنچانے کے لئے اپنے منتخب نمائندوں کو بھی بھیجتا ہے۔ ایسا کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ انسان کو بغیر کسی آئین نامے کے کھلا چھوڑ دے۔ کیاانسان یہ خیال کرتا ہے کہ اسے یونہی چھوڑ دیا جائے گا؟ (36:75)

خدا نے اپنے پاکیزہ نمائندوں کے ساتھ ساتھ صحیفے اور کتابیں بھی نازل فرمائیں تاکہ انسان کی اصلی ہدف کی طرف راہنمائی کی جاسکے۔ یہی آئین بتائے گا کہ انسان کے لئے کونسی چیزیں مفید ہیں اور کونسی نقصان دہ۔ ایک ننھا پوداا سی صورت میں پانی، روشنی اور کھاد ملی مٹی کو حاصل کر پاتا ہے۔ جب ایک دلسوز اور مہربان مالی اس کی نگہبانی کا فریضہ سرانجام دے۔ جب خوارج نے لاحکم الاللہ کا نعرہ لگایا تو امام علی علیہ السلام نے فرمایا: "لوگوں کے لئے ایک حاکم کا ہونا ضروری ہے۔ خواہ وہ اچھا ہو یا برا(اگر اچھا ہو گا تو) مومن اس کی حکومت میں اچھے عمل کر سکے گا (اگر برا ہو گا تو) کافر اس کے عہد میں لذائز سے بہرہ اندوز ہو گا۔ اور اللہ اس نظامِ حکومت میں ہر چیز کو اس کی آخری حدوں تک پہنچا دے گا۔ اسی حاکم کی وجہ سے مال (خراج و غنیمت) جمع ہوتا ہے، دشمن سے لڑا جاتا ہے، راستے پرُامن رہتے ہیں، اور طاقتور سے کمزور کا حق دلایا جاتا ہے۔"[7]

دین کے بارے میں آشنائی رکھنے والوں کی، دین کے بارے میں مختلف آراء ہیں۔ بعض دین کو فقط عبادات (خالق و مخلوق کا رابطہ) میں محدود کرتے ہیں۔ بعض کے نزدیک افراد سے افراد کا رابطہ یعنی اخلاقیات۔ لیکن قانونی، سیاسی اور حکومتی سرگرمیوں کو دین سے خارج اور جدا تصور کیا جاتا ہے۔ ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ دین عبادات و اخلاقیات کے علاوہ حکومت دینی کے بارے میں تاکید کرتا ہے۔ دین کلی قوانین بیان کرتا ہے۔ لیکن حکومت کی کیا شکل و صورت اور خدوخال ہونگے یہ لوگوں پر منحصر ہے کہ کیسا نظام تشکیل دیتے ہیں۔ مثلاً جمہوری، شہنشاہی و بادشاہی، حاکم وقت کو نافذ کیا جائے گا یا انتخاب کیا جائے گا۔ رہبریت انفرادی صورت میں ہوگی یا اجتماعی۔ یہ وہ تمام امور ہیں کہ جن کے بارے میں انسان کو مقیّد نہیں کیا کہ وہ کسی ایک کا انتخاب کرے۔ سب سے پہلے سیاست کا مفہوم بیان کئے دیتے ہیں۔

سیاست کا مفہوم

سیاست دراصل عرب زبان کا لفظ ہے۔ السائس سے مشتق ہے۔ جو شخص جانوروں کی نشوونما کرے اور عمدہ طریقے سے دیکھ بھال کرے اسے سائس کہتے ہیں۔ دوسرا معانی کسی چیز کو اچھی حالت پر برقرار رکھنے کے لئے کوشش کرنا اور فکر مند ہونا۔ ساس العالی یعنی کسی رعایا کی ذمہ داری کو اپنے سر لینا یعنی "السیاسہ" تین معانی

اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے۔ تدبیر، اصلاح، تربیت[8] فارسی لغات میں سیاست کی تعریف کچھ اس طرح بیان ہوئی ہے۔ ملک کی حفاظت کرنا، لوگوں پر حکم کرنا، لوگوں پر رعب ڈالنا، لوگوں کو کنٹرول کرنا، لوگوں کو ظلم سے بچانا اور ظالم کے شر سے عوام کو محفوظ کرنا۔[9] مملکت کے کاموں کی مدیریت، داخلی اور خارجی معاملات پر نظر، عوامی امور کی اصلاح۔[10]

احیاءُ العلوم میں امام غزالیؒ سیاست کی تعریف یوں کرتے ہیں "مخلوق خدا کی اصلاح، ایسے سیدھے راستے کی راہنمائی جو دنیا و آخرت میں نجات کا باعث بنے"۔[11] سیاست یعنی قوم و ملت کی مدیریت، معاشرے کو ایسے منظّم طریقے سے چلایا جائے کہ اس کی ترقی اور پیشرفت ہو سکے۔ تمام ضروریات کو پورا کیا جاسکے المختصر ملکی نظام چلانے کا قانون۔[12] معاشرتی نظم و ضبط اور زندگی کے مختلف شعبوں میں ہم آہنگی ایجاد کرنے کے لئے ایک حکومتی ڈھانچے کی ضرورت ہوتی ہے۔ وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے مسائل کا حل کرنا اور معاشرتی مفید قوتوں کو درست طریقے اور سمت میں استعمال کرنا، تاکہ معاشرہ اصلاح اور کمال کی راہ پر گامزن ہو۔ عدل و انصاف کا بول بالا ہو۔ انسانیت کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے والے جابروں اور ظالموں کا احتساب ایک اہم ذمہ داری ہے۔[13] دنیا میں انسان نے لوگوں پر حکومت کے لئے مختلف نظام تشکیل دیے۔ دو اہم سیاسی نظریے (تھیو کریسی و ولایت فقیہ) جو دونوں اس بات کے دعوے دار ہیں کہ اُن کی بنیاد الٰہیات پر ہے۔ یہاں اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ؛ جب اسلامی نقطۂ نظر کے مطابق الٰہی حاکمیت یعنی ولایتِ فقیہ کا نعرہ بلند کیا جاتا ہے تو کیا اس سے مراد وہی تھیو کریسی ہے جو قرون وسطیٰ میں کلیسا کے ذریعے سے لوگوں پر مسلط کی گئی تھی یا ولایتِ فقیہ کا سیاسی فلسفہ اس سے جدا ہے؟

تھیو کریسی کا مفہوم

مفہوم کے لحاظ سے تھیو کریسی، الہٰی حکومت، خدا کی حکومت ایک ہی معنی و مفہوم رکھتے ہیں۔ اصل میں یونانی لفظ theo یا theos یعنی خدا اور kratia یعنی حکومت سے مرکب ہے۔[14] تھیو یعنی خدا اور کریسی یعنی حکومت۔ تھیولوجی یعنی الٰہیات،[15] اس سے مراد خدائی حکومت یا مذہبی حکومت ہے۔ قرونِ وسطیٰ میں مغربی سیاسی فکر نے جس طرزِ حکومت کو روشناس کروایا اسے تھیو کریسی کہتے ہیں۔ ایسی حکومت کہ جو مذہبی پیشوا یعنی پاپ کے ہاتھ میں ہے۔ سیاسی طور پر پاپ ہی اس کا مرکز و محور ہے۔ اس نظریے کی بنیاد یہ ہے کہ پاپ کی حکومت خدا کی طرف سے ہے۔ تمام عدالتی و حکومتی احکامات کی باگ ڈور کلیسا یعنی پاپ کے دست قدرت میں ہے۔ خدا وحی کے ذریعے پاپ کو احکامات صادر کرتا ہے اور پاپ بندوں میں ان احکامات کو رائج کرتا ہے۔[16] یہ نظریہ خدائی حکومت کے نام سے شہرت پاگیا۔

یعنی ایسی حکومت کہ جس میں عوام کو ذرّہ برابر حق رائے دہی کی اجازت نہیں تھی۔ فقط عوام تسلیم محض تھی۔ انتظامی اور اداراتی امور کی باگ ڈور ان لوگوں کے ہاتھ تھی جو اپنے آپ کو الٰہی نمائندہ کہلواتے تھے۔ تھیو کریسی میں حاکم وسیع اختیارات کا حامل ہے یعنی جو اس کا جی چاہے وہ سرانجام دے،[17] جیسے چاہے لوگوں پر حکومت کرے، ایک ڈکٹیٹر کی طرح اس کے الفاظ ہی قانون کہلاتے ہوں۔[18]

تھیو کریسی کا تاریخی پس منظر

اس طرز حکومت کی بنیاد یہودیت سے چلی تھی کہ جس میں حکومت کے لئے توریت کو محور قرار دیا گیا لیکن توریت تمام امور میں راہنمائی فراہم نہیں کرتی تھی۔ مذہبی پیشوا کو یہ حق دیا گیا کہ وہ اللہ کی مرضی معلوم کریں۔ وہ ایک خیمہ عبادت میں بیٹھتا تھا۔ یہووا (یہودیوں کا خدا) یہ مذہبی پیشوا کو راہنمائی فراہم کرتا ہے۔ وہ مراقبہ کرکے کہتا تھا مجھے الہام ہوا ہے۔ یہ تھی یہودی تھیو کریسی۔ اسی طرح کی تھیو کریسی ہندوؤں میں بھی رائج تھی جہاں برہمن پروہت کو وہی یہودی مذہبی پیشوا والا کردار سونپا گیا۔ چاہے یہودیت تھی یا ہندوازم کوئی بھی ان کو نہیں روک سکتا تھا کہ جسے تم خدائی حکم کہہ رہے ہو یہ تمہاری خواہشات کی دنیا ہے، خدا کا حکم نہیں۔[19]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے کے تین سو سال بعد جس طرز حکومت کا آغاز ہوا اسے Religious Monarchy یعنی ایسی بادشاہت کہ جس کا سرچشمہ مذہب تھا۔ مذہبی پیشوا بادشاہ کی نامزدگی کرتے تھے۔ بادشاہ مذہبی پیشواؤں کا تابع فرمان ہوتا تھا۔ اس حکومت کا قیام اس طریقے سے ہوا کہ جب حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھا لئے گئے تو ان کے چاہنے والوں پر زمین کو تنگ و تاریک کر دیا گیا۔ اور ان میں جو شخص عیسائیوں پر ظلم کرنے میں پیش پیش تھا اسے تاریخ میں پولس کہتے ہیں۔ ان تین سے پانچ سو سالوں میں عیسائیت کی منحرف شکل سامنے آئی، ورنہ اصل عیسائیت توحید کا پرچار ہے۔ پولس جو کہ یہودی تھا اس نے عیسائیت کا لبادہ اوڑھا اور تثلیث کی تبلیغ کی۔ رومی بادشاہ جو پہلے بت پرست تھے۔ پولس کی تبلیغات کے زیر اثر وہی روم، اسی عیسائیت کا پایہ تخت بن گیا۔[20]

عیسائی تھیو کریسی

اس بادشاہت میں کلیسا کو بنیادی مقام حاصل تھا۔ اسی کا فیصلہ آخری ہوتا تھا۔ خدا کی حاکمیت۔ نام مبارک تھا لیکن عیسائیت میں اس کا مرکز پاپ قرار پایا۔ اس تلخ تجربے میں جب بادشاہ اور پاپ کی راہیں جدا ہوئیں تو دین و سیاست کی جدائی نے سیکولرزم[21] کی شکل میں جنم لیا اور لفظ تھیو کریسی بدنام ہو گیا۔ لہٰذا آج بھی جو دلائل اور منطق سے کسی کو شکست نہ دے سکیں وہ الٰہی حکومت پر تھیو کریسی کا عنوان لگاتے ہیں تاکہ لوگ یہی سمجھیں کہ یہ طرز حکومت

متروک اور منفور ہے لہٰذا اسے قبول نہیں کیا جائے گا۔ عیسائی تھیو کریسی کو سینٹ پال یعنی پولس نے بگاڑ کر پیش کیا۔ یہ عیسائیوں پر ظلم کرنے میں پیش پیش تھا لیکن ایک داستان گھڑی اور عیسائیت کا بانی بن بیٹھا کہ جس کا اصل عیسائیت سے تعلق نہیں تھا۔ یہ عقاید اناجیل میں ذکر نہیں ہیں بلکہ پولس کے گھڑے ہوئے ہیں۔ چوتھی صدی میں جب قسطنطنیہ میں عیسائی حکومت قائم ہوئی تو پاپائیت کو باگ ڈور تھمائی گئی۔[22] اس سیاسی نظام میں قابلیت کی بجائے نسلی امتیازات، وطنی تصورات جیسے سارے ہتھکنڈے چلتے۔ بعض اوقات تو رنگت بھی معیار قرار پاتی تھی کہ بشپ گورا ہی بنے گا، کالا بشپ نہیں بنے گا، چاہے وہ کتنا ہی بڑا عالم کیوں نہ ہو۔ پوپ کو معصوم عن الخطا اور صرف خدا کے حضور جواب دہ گردانا گیا۔ رفتہ رفتہ اس منصب پر نااہل لوگ مسلط ہوگئے۔ حتیٰ کہ ایک بحری قزاق کہ جس کا نام John جون تھا (John Twenty third) اس کو بھی یہ منصب سونپا گیا۔[23]

اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس کو نام تو الٰہی اور خدائی حکومت کا دیا گیا تھا۔ لیکن یہ بدترین آمریت اور ڈکٹیٹر شپ تھی جو انہوں نے خدا کے نام پر قائم کر رکھی تھی۔ اس میں ہو سکتا ہے مخالف فرقے یعنی پروٹسٹنٹ نے مبالغہ آرائی سے کام لیا ہو۔ کسی حد تک اس میں خوبیاں بھی تھیں۔ تب بھی کچھ ایسے افعال سرانجام ہوئے کہ دین یعنی عیسائیت کو حکومت سے نکال دیا گیا۔ یہی مرحلہ تھا جب دین وسیاست کی جدائی کا نعرہ بلند ہوا۔ یہ نعرہ اتنا مشہور ہوا کہ دین اسلام کے ماننے والوں نے بھی اپنے نظریات میں اسے جگہ دی اور عملاً ایسا ہی کیا۔ یہ سوچے بغیر کہ جس دین کی وہ شکل پیش کر رہے ہیں وہ تحریف شدہ شکل ہے۔ قرونِ وسطیٰ میں اس نظریے کا یورپ میں پرچار اور نفاذ کیا گیا۔ کلیسا کا دعویٰ تھا کہ پاپ کی حکومت لوگوں پر خدا کی حکومت ہے۔ پاپ صرف خدا کی بارگاہ میں جواب دہ ہے۔ لوگ اس بات کے پابند ہیں کہ وہ کلیسا کے احکامات کو حرف آخر سمجھ کر بغیر چوں وچرا اطاعت کریں۔ اس نظریے کے طرفداروں کا دعویٰ یہ تھا کہ حکومت کی تشکیل، الٰہی اور ارادۂ خداوندی سے ہے اور اس کو چلانے والے الٰہی نمائندگی میں اس حکومت کو چلاتے ہیں۔ حتیٰ کہ بادشاہ بھی خدا کی طرف سے مامور ہوتا ہے۔ وہ اپنی مرضی سے بھی اپنے اختیارات کسی شخص یا ادارے کے سپرد نہیں کر سکتا۔ کیونکہ پاپ الٰہی نمائندہ ہے۔ لہٰذا لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اطاعت کریں۔[24]

مغربی تحریف شدہ مسیحیت نے الٰہی حکومت کی تعریف اس انداز سے پیش کی کہ حکومت میں عوام کا کسی طرح کا تعلق نہیں ہے۔ لوگ سیاسی احکامات میں ذرہ برابر دخالت نہیں رکھتے۔ خدائی امور کی باگ ڈور ایک خاص گروہ کے ہاتھ میں ہے کہ جن کو سرانجام دینے کے لئے مسیحیت کے مذہبی پیشواہی متعارف ہوتے تھے۔ انہیں کو زمین پر خدائی نمائندہ ہونے کا اختیار تھا۔ اسی نمائندگی کا اختیار بادشاہوں کو حاصل تھا۔ حقوق الٰہی کے مصداق ٹھہرتے تھے۔ اپنے

آپ کو زمین پر جلوہ الٰہی اور ظل الٰہی شمار کرتے تھے۔[25] اسی نظریے کی بنیاد پر مغرب میں تھیو کریسی کو رائج کیا گیا۔ ایسی حکومت جو عوام کی امنگوں سے کوسوں دور، عوام کو انتخاب کا حق حاصل نہیں تھا۔ اسی گھٹن نے بعد میں فلسفی لیبر الزم اور لبرل ڈیمو کریسی کو جنم دیا۔ یہ تھیو کریسی کے عنوان سے کی گئ حکومت تھی جس میں کلیسا ہی تمام اختیارات کا مالک بن بیٹھا تھا۔ یہ اس مسیحیت کی تعلیمات ہیں جسے پولس نے تحریف کا شکار کیا۔ قرآن نے شدّت سے اس نظریے کی مخالفت کی ہے اور اس طرزِ تفکر کے حامل افراد کا تعارف یوں کروایا ہے: "انہوں نے اللہ کے علاوہ اپنے علماؑ اور راہبوں کو اپنا رب بنالیا ہے اور مسیح ابن مریمؑ کو بھی، حالانکہ انہیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ خدائے واحد کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ذات ان کے شرک سے پاک ہے۔"(31:9)

انسان کی نیابت یہ ہے کہ وہ مظہر صفاتِ پرودگار بنے اور اس سرزمیں پر خدا کے احکامات کو جاری کرے نہ کہ اپنی پوجا کروانا شروع کردے۔[26] اسلام کی سیاسی تاریخ میں ایک اہم موڑ آیا۔ بیسویں صدی میں امام خمینیؒ نے ایک اسلامی تحریک کا آغاز کیا۔ یہ تحریک ایک اسلامی انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ عوامی رائے (ریفرنڈم) کے ساتھ ایک اسلامی حکومت قائم ہوئی۔ ایسی حکومت کہ جس کی سربراہی ایک فقیہ کے ہاتھ میں تھی، ولی فقیہ کی حکومت قرار پائی۔

"ولی" اور "فقیہ" کا مفہوم

الولاءُ والتَّوَالِي اصل معنی دو یا دو سے زیادہ چیزوں کا اس طرح یکے بعد دیگرے آنا کہ ان کے درمیان کوئی ایسی چیز نہ آئے جو ان میں سے نہ ہو۔ الوِلایۃ کا معنی دوستی اور الوَلایۃ کا معنیٰ کسی کام کا متولّی یا سرپرست ہونا یا باگ ڈور سنبھالنا۔[27] ولی ہونا یعنی کسی کے امور کی سرپرستی کرنا۔[28] فقیہ یعنی کسی چیز کو سمجھ لینا، تفقہ کے معانی علم دین میں تخصص حاصل کرلینا۔[29] فقیہ سے مراد فقط وہ شخص نہیں کہ جس نے فقہ پڑھی ہو بلکہ فقیہ یعنی جامع الشرائط، جو ان تین خصوصیات کا حامل ہو؛ ۱۔اجتہاد مطلق، ۲۔عدالت مطلق، ۳۔مدیریت و رہبری پر قدرت رکھتا ہو۔ اسلامی احکامات کا استنباط، استدلال اور گہرا علم رکھتا ہو۔ الٰہی حدود کا پابند ہو اور ان میں ذرہ برابر مخالفت نہ کرتا ہو، ہواو ہوس کا تابع نہ ہو، اور سیاسی امور چلانے کی صلاحیت رکھتا ہو۔[30] تفقہ فی الدین، دین کی سمجھ سے مراد فقط اصطلاحی فقہ نہیں ہے بلکہ اسلامی نظامِ حیات کا فہم وادراک ہے۔[31]

تاریخی جائزہ

اسلام کے دشمن اس انتظار میں تھے کہ پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعد الٰہی قانون بغیر کسی رہبر کے رہ جائے گا اور وہ جیسی چاہیں گے اس میں تحریف کریں گے۔ لیکن جب نفسِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی

جانشینی کا اعلان غدیر خم پر ہوا اور دین اسلام کو علی علیہ السلام جیسا نگہبان، محافظ اور مفسر نصیب ہوا۔ من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ کا اعلان ہوا۔ اسلامی معاشرے کو حضرتت علی علیہ السلام جیسا حاکم نصیب ہوا۔ وہ دشمن جو تاک میں تھے ان کی حالت کو قرآن نے کچھ اس طرح بیان فرمایا لوگ تمہارے دین سے مایوس ہو چکے ہیں، پس تم ان (کافروں) سے نہیں مجھ سے ڈرو، آج کافر لوگ مایوس ہو گئے۔(3:5) جس نظریے پر ولایت فقیہ کی بنیاد ہے وہ اس بات کی تاکید کرتا ہے کہ حکومت انسان کا ذاتی حق نہیں ہے کہ اس کے لئے خود بخود معین ہو جائے۔ یا کسی کو وراثت میں بنی بنائی مل جائے۔ بلکہ اس کا شرعی جواز کا مرکز و محور وہ ہستی ہے کہ جو غنیّ الحمید ہے اور انسان اس کے در پر فقیر محض ہے۔ مرکز و محور خدا کی ذات ہے۔

خدا جسم و جسمانیت اور محدودیت سے پاک ہے۔ لہٰذا اس نے اپنے احکامات کو پہنچانے کے لئے اور ان احکامات کے نفاذ کے لئے اپنی مقدس ترین اور محبوب ترین ہستیوں کو انسانیت کی رہبری و ہدایت کے لئے بھیجا۔ حق ولایت مطلّقاً خدا اور اس کے رسولِ برحق کو حاصل ہے اور ان لوگوں کو حاصل ہے جو ہادیانِ برحق ہیں جن کا تعارف رسول خداﷺ نے کروادیا ہے۔ اس بارے قرآن کی راہنمائی موجود ہے۔ تمہارا ولی تو صرف اللہ اور اس کا رسول اور وہ اہل ایمان ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوۃ دیتے ہیں (55:5) اور جو اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں کو اپنا ولی بنائے گا تو (وہ اللہ کی جماعت میں شامل ہو جائے گا اور) اللہ کی جماعت ہی غالب آنے والی ہے (55:5)۔ یہ آیات واضح اعلان کر رہی ہیں کہ ولایت کا حق کن علامات کی حامل شخصیات کو حاصل ہے۔جب ہم اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرمﷺ ایک مکمل ضابطۂ حیات دے کر گئے ہیں تو اس کے نفاذ کے لئے کون ہونا چاہیے۔ بعد از نبوت امامت کا سلسلہ شروع ہوا۔ غیبت امام زمان عجل اللہ فرجہ میں اس ذمہ داری کو کون ادا کرے گا۔؟ عقل اس بات کو تسلیم کرتی ہے وہی ہو جو دین کو گہرائی سے جانتا ہو۔

خدا نے ایک قرآنی معیار دیا ہے۔ جب کہا ہے کہ اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو اور اولی الامر کی اطاعت کرو۔ اس سیاق میں خدا بھی عادل، رسولﷺ بھی عادل، پھر کیسے ممکن ہے کہ اس عدالت کے سلسلے میں وہ حاکم جگہ بنا لے جو ہواءِ نفس کا پیرو ہو۔ جو علی اعلان گناہ کرتا ہو۔ آئمہ علیھم السلام کی حکومت مثلاً امام علی علیہ السلام کے دور میں مالک اشتر کو مصر کا گورنر بنا کر بھیجا۔ مالک اشتر معصوم نہیں تھے۔ اس وقت کسی کو حق حاصل نہیں تھا کہ معصومؑ کے نمائندے کی مخالفت کرے۔ زمانۂ غیبت میں امام معصوم کی نیابت کون کرے گا۔ اس کی راہنمائی آئمہؑ نے فرمائی ہے۔ غیبتِ صغریٰ میں مخصوص نائبین کا ایک سلسلہ تھا جنہیں نوابِ اربعہ کا نام دیا گیا۔ اس کے بعد آئمہؑ کی طرف سے ایک عمومی نیابت کا حکم نقل ہوا" فقہا میں سے جو شخص اپنے نفس کو بچاتا ہو، دین کی

حفاظت کرتا ہو، خواہشات نفسانی کی مخالفت کرتا ہو، اپنے رب کا فرمانبردار ہو، پس عوام کے لئے لازم ہے کہ اس کی پیروی کریں۔

معصومؑ کے اس کلام کی روشنی میں، فقیہ بھی حکم امام کے ذیل میں نمائندہ اور حاکم ہے لہٰذا ان کی بھی مخالفت شرعاً جائز نہیں ہے۔ غیبت امام زمانؑ میں اسلامی حکومت کے لئے نظریہ ولایت فقیہ ایک نہایت ہی اہم اور بنیادی موضوع ہے۔ اسلام کے سیاسی فلسفہ کو ولایت فقیہ کہا جاتا ہے۔ فقط فقیہ ہونا معاشرے کو چلانے کے لئے کافی نہیں ہے بلکہ اس کے اندر قوم کو چلانے کی مدیریت اور سیاسی بصیرت کا ہونا ضروری ہے۔[32]

مکتب تشیُّع میں جو احادیث فقیہ کے حاکم ہونے پر دلیل ہیں ان میں ایک حدیث جو مقبولہ عمر بن حنظلہ کے نام سے مشہور ہے۔ امام صادق علیہ السلام عوام کے اختلاف کے حل کے لئے جو راہنمائی فرماتے ہیں کچھ اس طرح ہے۔ تم میں سے جو کوئی ہماری حدیث کا راوی ہو اور ہمارے حلال و حرام پر تحقیق کرے اور اہل نظر ہو اور ہمارے احکام کی معرفت رکھتا ہو اس کو قاضی اور فیصلہ کرنے والے کے طور پر قبول کرلو بیشک میں نے اس کو تمہارے اوپر حاکم قرار دیا ہے پس اگر وہ کوئی حکم دے اور تم قبول نہ کرو تو خدا کے حکم کو ہلکا سمجھا ہے اور ہمارے حکم کو رد کیا ہے اور جو کوئی ہمیں رد کرے اس نے خدا کو رد کیا ہے اور خدا کو رد کرنا خداوند تعالی کے شرک کی حد تک ہے۔[33] امام حسن عسکری علیہ السلام فرماتے ہیں "فقہا میں سے جو شخص اپنے نفس کو بچاتا ہو، دین کی حفاظت کرتا ہو، خواہشات نفسانی کی مخالفت کرتا ہو، اپنے رب کا فرمانبردار ہو، پس عوام کے لئے لازم ہے کہ اس کی پیروی کریں۔"[34]۔

ولایت فقیہ ایک ایسا نظریہ ہے کہ جس کو امام خمینیؒ نے کتابوں سے نکال کر معاشرے میں عملی جامہ پہنایا۔ امام خمینیؒ سے پہلے کئی فقہا اس نظریے کا پرچار کر چکے ہیں۔ ملا احمد نراقی، ولایت فقیہ کو ایک فقہی مسئلے کی صورت میں بیان کرنے اور اس پر عقلی اور نقلی دلیل قائم کرنے والے پہلے فقیہ سمجھے جاتے ہیں۔[35] انہوں نے پہلی بار اسلامی حاکم اور ولی فقیہ کی ذمہ داریوں اور اختیارات کو کتاب عوائد الایام میں جمع کیا۔[36] البتہ ان سے پہلے بھی بعض شیعہ علما نے ائمہ کے بعض اختیارات، فقہاء کو حاصل ہونے کی بات کی ہے۔ جیسے چوتھی اور پانچویں صدی کے شیعہ عالم شیخ مفیدؒ نے اپنی کتاب المُقنِعہ میں لکھا ہے: شیعہ ائمہؑ نے حدود کے نفاذ کو فقہا کے لئے تفویض کیا ہے۔[37] اسی طرح زمانۂ حاضر کے مؤرخ رسول جعفریان کا کہنا ہے کہ دسویں صدی ہجری کے شیعہ عالم دین، محقق کَرَکی کا نظریہ یہ تھا کہ فقہا کو ائمہ معصومینؑ کے حکومتی اختیارات حاصل ہیں۔[38] ملا احمد نراقی کے بعد جعفر کاشف الغطا[39] اور ان کے شاگرد محمد حسن نجفی نے بھی نظریہ نصبِ فقہا اور ان کی ولایت اور اختیارات کو بیان کیا ہے۔[40] اور جس بادشاہ یا سلطان کو مجتہد کی اجازت نہ ہو اس کی حکومت کو غیر مشروع قرار دیا ہے۔

وہ قائل تھے کہ اگر کسی فقیہ کے لئے حکومت کرنے کی شرائط فراہم ہوں تو حکومت کی تشکیل اس پر واجب ہے۔[41] گزشتہ صدی میں جب اسلامی حکومت کے قیام نے سامراجی طاقتوں کی سامراجیت کو چیلنج کیا۔ مخالف طاقتوں کی شدید مخالفت کے باوجود آپ نے دوست و دشمن سب پر واضح کر دیا کہ الٰہی نظام صرف عبادات تک ہی محدود نہیں ہے۔ اسلامی نظام ہی وہ کامل و جامع نظام ہے جو انفرادی و اجتماعی امور میں انسان کی راہنمائی کرتا ہے۔ یہی وہ نظام ہے جو دنیا و آخرت کو سنوارتا ہے۔ دین و سیاست کی جدائی کا نعرہ لگانے والوں کو یہ باور کروا دیا کہ اسلامی حکومت انسانوں کے سیاسی، سماجی اور اخلاقی تمام مشکلات کو حل کر سکتی ہے۔ یہ الٰہی شخصیت کی رہبری تھی جس نے خوابیدہ امت کو احساس دلوایا کہ راہ نجات اسلامی حکومت کا قیام ہے نا کہ اغیار کے در پر جھکنے میں۔ ایسا جمہوری اسلامی نظام کہ جو ولایت فقیہ کے زیر سایہ ہو۔ ایسی اسلامی حکومت کہ جو ظہورِ امام مہدی علیہ السلام کے لئے زمینہ سازی کرے۔ ایسی اسلامی حکومت جس کے قیام کے لئے اس ملت نے حقِّ رائے دہی استعمال کیا اور عوام کی مقبولیت کے پیشِ نظر اس کا نام جمہوری اسلامی قرار پایا۔ اس نظام کا سبب عوام کا اسلام سے لگاؤ تھا۔ اس شجر کی آبیاری کے لئے لاکھوں شہیدوں نے اپنے خون کا نذرانہ پیش کیا۔[42]

وہ حکومت جس کا مرکز اسلام تھا۔ اس کی بقا بھی اسی صورت میں ہے لوگوں میں مذہبی بیداری باقی رہے۔ اگر لوگوں میں مذہبی تعلیمات کو فراموش کر دیا جائے تو وہ حکومت اپنی اسلامی روح کھو بیٹھتی ہے۔ جس کی واضح مثال ماضی میں ایسی حکومتیں ہیں جن کا نعرہ تو حق پر مبنی تھا لیکن مراد باطل (بنو امیّہ اور بنو عبّاس) کیونکہ وہ روح اسلامی باقی نہیں تھی۔[43] ایسے تلخ تجربات عبرت ہیں۔ پس ضروری ہے کہ ایسی اسلامی حکومت کا قیام ہو جس کا آئین و قوانین بھی اسلامی ہوں اور اس کے اجراء کرنے والے بھی اسلام و قرآن کے زیر سایہ ہو۔ ولایت فقیہ کے ناقدین یہ شبہات پیش کرتے ہیں۔ مثلاً ولی فقیہ کے لئے کوئی قانون نہیں ہے۔ ولی فقیہ کا جو دل چاہے وہ سرانجام دے۔ کوئی قانون اسے محدود نہیں کر سکتا۔ حامی افراد کا یہ کہنا ہے کہ ولی فقیہ اسلامی حاکم ہے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے اپنے وجود سے عملی ثبوت دے۔

اگر ولی فقیہ ایک مقام پر بھی جان بوجھ کر اسلامی احکام اور معاشرے کی مصلحت کے خلاف عمل کرے۔ ایسی صورت میں وہ ولایت و رہبری کے عہدے سے خود بخود معزول ہو جاتا ہے۔ اسلام میں ایسا کوئی ولی فقیہ نہیں ہے جس کے لئے کوئی قانون نہ ہو۔[44] پس واضح ہو گیا کہ ولی فقیہ، خداوند عالم کے حکم اور قانون سے بڑھ کر ہر گز نہیں ہے۔ ولی فقیہ کے لئے ضروری ہے کہ اسلامی قوانین کا بخوبی علم رکھتا ہو۔ عوام بھی اس سے مطمئن ہوں کہ ولی فقیہ کسی پارٹی کی حمایت نہیں کرے گا۔ عملی طور پر اسلامی احکامات کی حفاظت کرے گا۔ ہر گز خیانت نہیں کرے گا۔ تقویٰ اور فقاہت کے ساتھ داخلی و خارجی معاملات کو فہم و فراست سے مدیریت کرے گا۔

ولی فقیہ کے معین کرنے میں جو کمیٹی خدمات سرانجام دیتی ہے اسے مجلس خبرگان کہتے ہیں کہ جس میں سارے علماء فقہا ہیں۔ اور انہوں نے اس موضوع پر اپنی زندگیاں صرف کی ہیں۔ اور جو افراد مجلس خبرگان میں شامل ہوتے ہیں ان کی جانچ پڑتال شوریٰ نگہبان کرتی ہے۔ شوریٰ نگہبان اور مجلس خبرگان کے اراکین کی تائید ولی فقیہ کے سپرد ہوتی ہے۔[45] کیونکہ یہ ولایت فقیہ اسی ولایت و امامتِ معصوم کا تسلسل ہے لہٰذا ضروری ہے کہ احکامات اسلامی کے ذیل میں تشکیل پائے۔

ولایت فقیہ اور تھیوکریسی کا تقابلی جائزہ

ایک اہم سوال جس کو زیر بحث لایا جاتا ہے کہ الٰہی حاکمیت کہ جس کا نعرہ اسلام بلند کرتا ہے۔ اور بالخصوص شیعہ عقائد میں اسے ولایت فقیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کیا یہ نظریہ بھی تھیو کریسی کا پَر تو ہے۔؟ کیا جس طرح تھیو کریسی میں الٰہی اختیارات کا محور، حاکم کو قرار دیا گیا ہے۔ یعنی وہ جس طرح چاہے حکومت کرے۔ کوئی روکنے، ٹوکنے والا نہ ہو اور وہ صرف خدا کی بارگاہ میں جواب دہ ہو اور عوام کو مداخلت کا کوئی حق نہ دیا گیا ہو۔ آیا اسلامی حکومت کا نظریہ بھی یہی ہے۔؟ بعض لوگ مکتب تشیع میں ولی فقیہ کے نظریے کو اسی تھیو کریسی (جو قرون وسطیٰ میں تھی) جیسا نظام گردانتے ہیں۔[46] ان کا کہنا ہے کہ ایران کا سیاسی نظام کو بھی اصلاحات کی ضرورت ہے۔ یہ سلسلہ اپنے بعد ایک نئے رنسانس Renaissance کو جنم دے گا۔ ولایت فقیہ کے حامی افراد اس کو یکسر رد کرتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ ہمارا نظام جمہوری اور اسلامی نظام ہے۔ اس میں ماہرین کی رائے کو قبول کیا جاتا ہے۔ ناقدین کے نقد کو (بشرطیکہ برائے تعمیر ہو) اسے خوش اسلوبی سے قبول کیا جاتا ہے۔ جو لوگ شبہات ایجاد کرتے ہیں۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ جن کی تمنا یہی ہے۔ (دین اور مذہب کا حکومتی امور میں اثر کو کم رنگ کرنا)۔[47]

دراصل، تعصُّب وہ عینک ہے کہ جس کو جو بھی پہن لے اسے حقائق دکھائی نہیں دیتے۔ مستشرقین عناصر نے اپنا پورا زور لگایا کہ اسلامی تمدن کو عوام کی نظروں سے اوجھل کیا جائے۔ مغرب نے جب بھی کسی سسٹم کو متعارف کروایا، یا کسی بھی موضوع سے متعلق مختلف نظریات پیش کیے۔ ماڈرن تعصب کا یہ عالم ہے کہ اسلامی تعلیمات یا مسلمان مفکرین کا ذکر تک نہیں کرتے۔ سیاسی سسٹم متعارف کروانے میں بھی وہی پالیسی ہے۔ سیاسی نظریات کی تاریخ افلاطون اور ارسطو سے شروع کرتے ہیں۔ پھر عیسائی دور پر پہنچنے کے بعد Voltaire، مونتسکیو Montesquieu اور روسو Rousseau کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ اہلِ مغرب کی علمی خیانت ہے کہ درمیان جو طویل عرصہ اسلامی حکومت اور تمدن کا گزرا ہے اس کا ذکر نہیں کرتے۔[48] اگر آزادی بیان کے نعرے لگانے والے یہی بیان کر دیتے کہ اسلام کے سیاسی نظام کے خدوخال کیا ہیں۔؟ کن اصولوں پر استوار ہے۔؟

دشمن سے خیر کی کیا توقع! اپنوں نے ہی نشیمن پر بجلیاں گرائیں اور ایسی مثالیں پیش کیں کہ اسلام کا روشن چہرہ دنیا کو نہ دکھاسکے۔ وہ جو اصل اسلام تھا۔ جس کی بنیاد لاالہ پر تھی اس کی جگہ ایک ایسے اسلام نے لے لی کہ جس میں خدا کے سامنے نہیں بلکہ دنیا کے طاغوتوں کے سامنے جھکنے کو افتخار سمجھا جانے لگا۔ ایسے زمانے میں ایک مردِ فقیہ نے الماریوں اور لائبریریوں کی زینت بننے والے اسلام کو عملی کرنے کا نعرہ لگایا۔ دنیا کو ایک ایسے نظام سے متعارف کروایا کہ جو انسان کی دنیا اور آخرت میں کامیابی کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔ جو حقیقی طور پر حقوقِ بشر کا علمدار ہے۔ جس میں ملت کے حقوق چھینے نہیں جاتے بلکہ ایک قوم کو یہ پیغام دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی تقدیر کے فیصلے خود کرے۔ جس میں قوم کو یہ احساس دلوایا جائے کہ "مامی توانیم"۔ جس میں عوام کو حق حاصل ہے کہ حکومتی امور یعنی سیاسی مسائل پر نظر رکھیں۔ نظام ولایتِ فقیہ ہی دراصل انسانی حقوق کا علمبردار ہے۔ جس نے غلامی کی زنجیروں کو توڑ کر ایک ملّت کو حقیقی آزادی جیسی نعمت عطا کی۔ ملت کو یہ حق دیا کہ اس ملک کے فیصلے اسی ملک میں ہوں نا کہ وائٹ ہاؤس میں، ولایتِ فقیہ یعنی وہ نظام جو حقیقی اسلام کی روشن تصویر ہے۔ جس میں انسانوں کو برابر کے حقوق حاصل ہیں۔ کسی بھی نظام اور حکومت میں اتنا انسانی حقوق کا خیال نہیں رکھا جاتا جتنا اسلامی حکومت رکھتی ہے۔ ڈیموکریسی اور آزادی کا جو تصور اسلامی حکومت پیش کرتی ہے یعنی ایسی حکومت کہ جس میں بادشاہ اور رعایا کا عام آدمی برابر ہیں۔[49]

دشمن نے جب اس فکر اور نظام کو دبانے کے لئے کہیں جنگ مسلط اور کہیں اسے مذہبی پیشوائیت کہہ اسے کم رنگ کرنا چاہا، اور دنیا کو وہی یہودی، تحریف شدہ عیسائیت اور ہندو تھیوکریسی کا چہرہ دکھانا شروع کیا۔ دنیا میں مشہور کیا کہ یہ وہی تھیوکریسی ہے جس نے یورپ کو تباہ کیا اور اب پھر سر اٹھا رہی ہے۔ قرونِ وسطیٰ میں جس الہیٰ حکومت کا دم بھرا گیا۔ ظاہراً اسے خدا کی حکومت کا نام دیا گیا۔ نیابتِ الہیٰ سے اس کا آغاز کیا۔ پھر فرمانروا کو مشیتِ الٰہی کا تاج پہنایا۔ تحریف شدہ مسیحیت یعنی پولس کی تعلیمات کے ذیل میں کلیسا کو بالکل آزاد چھوڑ دیا کہ جیسے پاپ کی مرضی احکامات صادر کرے۔[50] یہاں اصل ہدف خدائی حکومت کا نفاذ نہیں تھا بلکہ کلیسا کو حاکمیت اور اقتدار سونپنا تھا۔ شہنشاہ روم نے جب عیسائیت کو قبول کیا تو دین مسیحیت کہ جو منحرف شکل میں پیش کیا گیا۔ اسے حکومتی سرپرستی دے دی گئی۔ انجیل میں ایسی تعلیمات نہیں تھیں بلکہ یہ پولس کا خودساختہ آئین تھا۔ جسے اس نے انجیل کی تعلیمات بنا کر لوگوں پر مسلط کیا۔[51] قرآن مجید نے عیسائی علماء کی باطل نمائی کو اس انداز میں رد کیا ہے۔ جو اپنے آپ کو خدا کے قائم مقام سمجھ بیٹھے تھے۔ اور ایک طرح سے لوگوں کے لئے رب کا درجہ پا چکے تھے۔

قرآن اس طرح بیان فرماتا ہے۔ کہہ دیجئے: اے اہل کتاب! اس کلمے کی طرف آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے، وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ

بنائیں اور اللہ کے سوا آپس میں ایک دوسرے کو اپنا رب نہ بنائیں۔(3;64) اس کے علاوہ دوسری آیات میں بھی نصاریٰ کی سرزنش کی گئی ہے کہ جو اپنے علماء اور دانشوروں کو رب سمجھ بیٹھے تھے، عیسیٰ علیہ السلام کو فرزندِ خدا سمجھتے تھے۔ قرآن کریم نے ان لوگوں کو اصل مسیحیت کہ جو توحید پر مبنی تھی اس کی طرف دعوت دی ہے۔ اور ہر طرح کے شرک سے منع فرمایا ہے۔ انہوں نے اللہ کے علاوہ اپنے علماء اور راہبوں کو اپنا رب بنالیا ہے اور مسیح بن مریمؑ کو بھی، حالانکہ انہیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ خدائے واحد کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ذات ان کے شرک سے پاک ہے۔(31:9)قرآن کی متعدد آیات اس امر کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اس کے علاوہ کسی کو حکومت کا حق حاصل نہیں۔ حاکمیت اللہ کے سوا کسی کی نہیں ہے۔(57:6)آگاہ رہو فیصلہ کرنے کا حق صرف اسی کو حاصل ہے (62:6)۔آگاہ رہو! تخلیق بھی اسی کی ہے اور حکم بھی اسی کا ہے۔(54:7)

اسلامی حکومت میں حاکمیت کا معیار

دین اسلام میں حاکمیت کا حق اور معیار ایسے لوگوں کے لئے ہے۔ کہ جو ایمان الہیٰ سے سرشار ہوں، الٰہی اقدار کو عملی کریں اور ان کا دفاع کریں۔الٰہی شریعت ہی ان کے لئے قانون کی حیثیت رکھتی ہو۔ مدیریت میں دین الٰہی کی جھلک ہو۔ اطاعت الہیٰ کا جذبہ اور عملی اظہار ہو۔ اس الہیٰ منصب کے (پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم،ائمہ معصومین علیہم السلام اور غیبت امامؑ کے زمانے میں فقہاء) مصداق ہیں۔[52] عیسائی تاریخ میں جو تھیو کریسی رہی ہے، ولایت فقیہ کی اسلامی حکومت کو اسی جیسا قرار دینا، ناانصافی ہے۔ ایک ایسی حکومت کہ جس میں حاکم ہر قید و بند سے آزاد اور جو بھی غلطی کرے اس کا عہدہ باقی رہے، کوئی اس کا احتساب کرنے والا نہ ہو، اور وہ صرف خدا کی بارگاہ میں جواب دہ ہو، ایک ایسی حکومت کہ جس کا حتمی نتیجہ فساد تھا اور خود محوری تھی۔[53]

اسلامی حکومت، ایسی حکومت کہ جس میں انسان، الٰہی تعلیمات کے سائے میں زندگی بسر کریں (41:16) یہ وہ لوگ ہیں اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار عطا کریں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکٰوۃ ادا کریں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے اور تمام امور کا انجام اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ایسا آئین کہ جس کی تعلیمات کی پیروی پیامبر ﷺ اور امامؑ بھی کرتے ہیں۔ جبکہ تحریف شدہ مسیحیت کے نام پر جو تھیو کریسی قائم کی گئی۔ قرون وسطیٰ کی تھیو کریسی اور ولی فقیہ کی اسلامی حکومت کی بنیادوں میں زمین تا آسمان کا فرق ہے۔[54]

اسلامی حکومت میں حاکم قانون کا پابند

تحریف شدہ مسیحیت میں پاپ نمائندہ الہیٰ ہے۔ مطلّقاً اقتدار رکھتا ہے۔اور اس کی اطاعت واجب ہے۔[55] اگرچہ اسلامی طرز حکومت میں بھی الہیٰ نمائندے کی اطاعت واجب ہے لیکن یہ اطاعت الہیٰ احکامات کی وجہ سے ہے نہ شخص

کی وجہ سے۔ اس اشتراک کی وجہ سے ہم سارے نظام کو ایک جیسا قرار نہیں دے سکتے۔ اسلام میں ایک اسلامی معاشرے کا حاکم ایک ایسا شخص ہو سکتا ہے جو معصوم ہو۔ معصوم کی نیابت میں اس شخص کو یہ حق حاصل ہے جو تقویٰ، عدالت، بصیرت اور مدیریت میں معصوم امامؑ کے قریب ہو۔ اس کی قدر و قیمت شرعی اصولوں پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے ہے نہ اپنی مرضی اور ہواءِ نفس کی پیروی کرنے میں۔ اس صورت میں اگر ولی فقیہ ذرہ برابر بھی اور چھوٹی سی خطا کرے تو وہ ولایت کے مقام سے خود بخود جدا ہو جاتا ہے۔ فقیہ اگر ایک جھوٹ بھی بولتا ہے، ایک قدم بھی احکام اسلامی کے خلاف اٹھاتا ہے۔ ولایت و سرپرستی اور حکومت کا حق نہیں رکھتا۔[56] لیکن تحریف شدہ مسیحیت میں گناہ بھی پاپ کی صلاحیت کو برقرار رکھتا ہے اور کوئی اعتراض بھی نہیں کر سکتا۔ اسلامی حکومت میں قضاوت میں بھی ہواءِ نفس کی پیروی سے منع کیا گیا ہے۔ لہٰذا آپ اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق ان کے درمیان فیصلہ کریں اور جو حق آپ کے پاس آیا ہے اسے چھوڑ کر آپ ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔(48:5)
فضیلت اہل تقویٰ کو حاصل ہے۔(13:49) حکومتِ اسلامی کی بنیاد قلوب کو فتح کرنا ہے نا کہ ظلم و جور سے کسی کو تابع بنانا۔ اسلامی حکومت میں الٰہی قانون حاکم ہے نہ کہ اپنی من مرضی۔ اور اگر اس (نبی) نے کوئی تھوڑی بات بھی گھڑ کر ہماری طرف منسوب کی ہوتی، تو ہم اسے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے۔(44:69) جب کلیسا میں حاکموں کی پسند ہی ان کا قانون تھا۔ ناجائز جرمانے لگاتے اور مالداروں سے دولت حاصل کرتے تھے اور جنت کی ٹکٹیں دیتے تھے۔ اگر کوئی گناہ کرتا تو کہتے کہ اتنے پیسے ہمیں دے دو تو ہم تمہارا گناہ معاف کروادیں گے۔ ورنہ تمہیں سزا ملے گی۔[57] یہ سبب بنا کہ کلیسا کے مقابلے میں پروٹسٹنٹ آئے اور بساط الٹ کر رکھ دی۔ جس کے بعد دین و سیاست کی جدائی کا نعرہ لگایا گیا۔

عوامی مقبولیت کا ضروری ہونا

تھیو کریسی یعنی ایسا طرزِ حکومت جس میں عوامی مقبولیت کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ جبکہ ولی فقیہ یعنی اسلامی حکومت میں مشروعیت کے ساتھ ساتھ مقبولیت کا پہلو بھی مدّ نظر رکھا جاتا ہے۔ ایسی حکومت کہ جس کو عوامی مقبولیت حاصل نہ ہو۔ وہ قائم نہیں رہ سکتی[58]۔ یہی تو بنیادی فرق ہے جو ولایت فقیہ کے سیاسی نظریے کو باقی سیاسی نظریوں سے ممتاز کرتا ہے۔ اسی لئے جب انقلاب اسلامی کا نفاذ ہوا اور یہ سوال اٹھا کہ ملکی نظام کن اصولوں پر ہو گا۔؟ اس کے لئے امام خمینیؒ نے ایک ریفرنڈم کا حکم دیا۔ عوامی مقبولیت کے بعد اسے جمہوری اسلامی کا نام دیا گیا۔ مجلسِ خبرگان جو ولی فقیہ کا انتخاب کرتی ہے اسی مجلسِ خبرگان کے اراکین کا انتخاب عوام کرتی ہے۔ اس کے ساتھ ایک شوریٰ نگہبان کا ادارہ ہے۔ جو خبرگان کے بارے میں جانچ پڑتال کرتا ہے۔[59] پارلیمنٹ کے بنائے گئے اصولوں کو دیکھنا شوریٰ نگہبان کے ذمہ ہے۔ اگر قانون، اسلامی احکامات سے ٹکراتا ہو تو شوریٰ نگہبان اس کو واپس

پارلیمنٹ میں بھیج دیتی ہے۔ اسلامی حکومت میں مقنّنہ، انتظامیہ اور عدلیہ کا قیام بھی ہے۔ یہاں عوام صدر کو براہِ راست انتخاب کرتے ہیں۔ مجلسِ خبرگان سے لے کر مقنّنہ، انتظامیہ اور عدلیہ تک یہ تمام، ولی فقیہ کے تابع ہوتے ہیں۔ کیونکہ اسلامی حکومت کا مطلب یہی ہے کہ ملک کی باگ ڈور فقیہ کے ہاتھ میں ہو۔[60]

نتیجہ

جو کچھ بیان کیا اس کی بنا پر کہہ سکتے ہیں؛ تھیوکریسی کہ جو مغربی تمدن کی بنیاد اور تحریف شدہ مسیحیت کا ثمر تھا۔ اسلامی حکومت بالخصوص مکتبِ تشیع یعنی ولایت فقیہ سے ذرہ برابر بھی تعلق نہیں رکھتی۔ جو لوگ ولایت فقیہ کو تھیوکریسی جیسا قرار دے کر اسے کم رنگ کرنا چاہتے ہیں۔ ان کی خدمت میں چند نکات پیش خدمت ہیں:

1. تھیوکریسی کی بنیاد الہیٰ تعلیمات پر مبنی نہیں تھی۔ صرف کلیسا کو حاکمیت دینا اس کا ہدف تھا۔ جس کی قرآن نے سخت مذمت کی ہے۔
2. صرف یہ کہہ دینا کہ اللہ کی حکومت ہے کافی نہیں ہے بلکہ حاکم کو چاہیے کہ وہ الٰہی اقدار کو زندہ کرے۔ ان کا دفاع کرے، الٰہی شریعت کے ذیل میں قوانین کو وجود میں لائے اور ان کو عملی کرے، دینی احکامات پر خود بھی عمل پیرا ہو۔
3. حکومت اسلامی میں کبھی بھی عوام کو نظر انداز نہیں کیا گیا بلکہ جہاں حکومت اسلامی کو مشروعیت حاصل ہے وہاں عوامی مقبولیت کا ہونا بھی ضروری ہے۔
4. اسلامی حکومت یعنی ولایت فقیہ میں قطعاً ایسا نہیں ہے کہ حاکم جیسا چاہے عمل کرے،اسلام حاکم کے لئے قانون معین کرتا ہے۔ اس کو حق حاصل نہیں ہے کہ دوسروں پر اپنی مرضی کو تھونپ سکے،احکام اسلامی میں اپنی مرضی سے تبدیلی نہیں کرسکتا بلکہ قرآن وسنت کے مطابق احکام صادر کرتا ہے۔
5. قرونِ وسطیٰ کی تھیوکریسی ایک استبدادی اور غیر دینی حکومت تھی۔ جبکہ ولایتِ فقیہ رسول اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی عملی تصویر ہے۔ ایک کامل دینی نظام ہے۔ اس میں حاکم اور حکومت کے معیارات، اہداف، قوانین، شرائط تمام کی بنیاد دین اسلام ہے۔
6. قرون وسطیٰ کی تھیوکریسی میں حاکم لوگوں کی بجائے فقط خدا کی بارگاہ میں جوابدہ تھا۔ حاکم ہی خدا اور رب کا درجہ رکھتا تھا۔ جب کہ اسلامی حکومت میں حاکم خدا کے سامنے بھی جواب دہ ہے اور معاشرے کے سامنے بھی۔
7. اگرچہ تھیوکریسی میں حاکم کا اختیار مطلق تھا۔ اور ولایت فقیہ میں بھی فقیہ کو اختیار اور ولایت مطلق حاصل ہے لیکن یہاں معیار شخص یا ادارہ نہیں بلکہ وہ الٰہی قوانین ہیں۔ اسلام میں شرط یہ ہے کہ حاکم معصوم

ہو یا معصوم کی غیبت میں وہ شخص حاکم ہو جو تقویٰ، عدالت، بصیرت، مدیریت، اور دیگر تمام پہلوؤں میں معصوم امام کے نزدیک ترین ہو۔ جو شریعت کے احکام کے سائے میں رہبری کرے نہ کہ اپنی پسند و ناپسند کے مطابق امت کے فیصلے کرے۔

8. قرونِ وسطیٰ کی تھیو کریسی خدا محوری کی بجائے خود محوری پر مبنی تھی۔ عقل و سوچ بچار پر قدغن اور صرف مانو اور تسلیم کرو، کا فار مولا تھا۔ حتی بائبل کا ترجمہ کرنا جرم تھا۔ لیکن اسلامی حکومت عقل و سائنس و تجربے سے حاصل قوانین کو رد نہیں کرتی بلکہ تائید کرتی ہے۔ آج کے زمانے میں ولایت فقیہ نے کرونا جیسی وبا میں بھی میڈیکل کے ماہرین کی رائے کو مقدم رکھا ہے۔ ماہرین کی پیروی کرنے کی تاکید کی ہے۔ اسلامی احکامات سوچ و عقل و تدبّر کی تاکید کرتے ہیں۔

* * * * *

References

---

1. Murtaza, Motahhari, *Masa'la-ye Shanakht* (Qom, Intsharat-e Sadra, 1367 AD), 15.

مرتضٰی، مطہری، مسئلہ شناخت (قم، انتشارات صدرا، 1367ش)، 15۔

2. Muhammad Taqi, Misbah Yazdi, *Nazria e Si,asi Islam*, Vol. 2 (Qom, Intasharat e Moass, sa Amozshi wa Pajohshi Imam Khomeini, 1396AD), 83.

محمد تقی، مصباح یزدی، نظریہ سیاسی اسلام، ج2 (قم، انتشارات موٴسسہ آموزشی وپژوہشی امام خمینیؒ، 1396ش)، 83۔

3. Murtaza, Motahhari, *Panzda Guftar* (Qom, Intsharat e Sadra,1397AD), 206.

مرتضٰی، مطہری، پانزدہ گفتار (قم، انتشارات صدرا، 1397ش)، 206۔

4. Syed Kazim, Hussaini Hairi, *Asas al-Hukūmat-e Islami* (Beirut, Al-Nail Publication, 1399 AD), 19.

سید کاظم، حسینی حائری، اساس الحکومت الاسلامی (بیروت، النیل، 1399ق)، 19۔

5. Abdullah, Jawadi Aamuli, *Wilayat-e Faqih: Wilayat-e Fuqahat wa Adalat*, (Qom, Nashr e Asra, 1378 AD), 12.

عبداللہ، جوادی آملی، ولایت فقیہ، لایت فقاہت وعدالت (قم، نشر اسراء، 1378ش)، 12۔

6. Mutehri, *Masa'la-ye Shanakht*,16.

مطہری، مسئلہ شناخت، 16۔

7. Muhammad ibn Hussain, Syed Sharīf Razi, *Nahaj al-Balagah*, Tarjma; Mufti Jaffar Hussain, Khutba 40 (Lahore, Al Miraj Company, 2003), 166.

محمد ابن الحسین، سید شریف رضی، *نہج البلاغہ*، ترجمہ: مفتی جعفر حسین، خطبہ 40(لاہور، المعراج کمپنی، 2003ء)، 166۔

8. Yousuf, Qarzavi, *Bayadha wa Nabayadha-ye Dīn wa Siyasat*,Trans. Abdul Azeez Saleemi (Tehran, Nashir ihsan, 1394 AD), 31.

یوسف، قرضاوی، *بایدھا و نبایدھای دین و سیاست*: ترجمہ۔ عبدالعزیز سلیمی (تہران، ناشر احسان، 1394)، 31 ۔

9. Ghiyas al-Dīn, Muhammad b. Jalal al-Dīn, *Ghiyās al-Lughat* (Tehran: Moas,sa Intasharat e Ameer kabeer, 1388 AD), 363.

غیاث الدین، محمد بن جلال الدین، *غیاث اللغات* (تہران، مؤسسہ انتشارات امیر کبیر، 1388ش)، 363۔

10. Hassan, Ameed, *Farhang e Ameed*, (Tehran, Intasharat e Ameer kabeer, 1371 AD), 768.

حسن، عمید، *فرہنگ عمید* (تہران، انتشارات امیر کبیر، 1371ش)، 768۔

11. Muhammad bin Muhammad, Al-Ghazali, *Ahya Ulūm al-Dīn*, Vol.1, trans. Moaiyud Deen Muhammad Khawarzmi, Bay Koshish e Hussain Khadyoojam (Tehran: Intasharat e elmi wa Farhangi, 1351 AD), 13.

محمد بن محمد، الغزالی، *احیاء علوم الدین*، ج1، ترجمہ موید الدین محمد خوارزمی، بہ کوشش حسین خدیو جم (تہران، انتشارات علمی و فرہنگی، 1351ش)، 13۔

12. Misbah Yazdi, *Nazria-ye-Siyasi-ye Islam*,Vol: 1 (Qom, Intasharat e Mo,ass,sa Amozshi Imam Khomeini, 1396 AD), 23.

مصباح یزدی، *نظریہ سیاسی اسلام*، ج1 (قم، انتشارات مؤسسہ آموزشی امام خمینیؒ، 1396ش)، 23۔

13. Hussaini Hairi, *Asas al-Hukūmat al-Islami*, 17.

حسینی حائری، *اساس الحکومت الاسلامی*، 17۔

14. Mehmood Toloei', *Farhang Jam-e siyasi* (Tehran, Nashir Ilm, 1390 AD), 311.

محمود، طلوعی، *فرہنگ جامع سیاسی* (تہران، ناشر علم، 1390ش)، 311۔

15. Muhammad Taqi, Usmani, *Islam wa Siyasi Nazriat* (Karachi, Maktaba Ma,arif ul Quran, 2010), 33.

محمد تقی، عثمانی، *اسلام و سیاسی نظریات* (کراچی، مکتبہ معارف القرآن، 2010ء)، 33۔

16. Daryoosh, Aashuari, *Danishnama-ye Siyasi* (Tehran, Murwareed ,1376 AD), 329.

داریوش، آشوری، *دانشنامہ سیاسی* (تہران، مروارید، 1376ش)، 329۔

17. Misbah Yazdi, *Nazria-ye-Siyasi-ye Islam*, Vol 1, 24.

مصباح یزدی، *نظریہ سیاسی اسلام*، ج1، 24۔

18. Muhammad Raza karimi-wala, *Muqarina Mashrooeyat Hakimiat dar Hukumat-e Alavi wa Hukumatha-ye Ghair Dīni* (Qom: Boostan e kiatab, 1378 AD), 88 "wa " Nazargah-e Islam dar Justari bar Taqrīrha-ye Mashruiyyat-e Nizam-e Siyasi, *Ilmi Pajoohshi Hukumat-e Islami*, Vol. 57, Issue. 3 (1389) AD, 79-108.

محمد رضا کریمی والا، مقارنہ مشروعیت حاکمیت در حکومت علوی وحکومت ھای غیر دینی (قم، بوستان کتاب، 1378ش)، 88؛" نظرگاہ اسلام در جستاری بر تقریرہای مشروعیت نظام سیاسی"، مجلّہ علمی پژوہشی حکومت اسلامی، جلد 57، شمارہ 3، (1389): 79-108۔

19. Usmani, *Islam wa Siyasi Nazriyat*, 36.

عثمانی، اسلام وسیاسی نظریات، 36۔

20. Muhammad Taqi, Usmani, *Eisaiyat kia hai* (Karachi: Dar ul Uloom Krangi, 1392 AD), 84, 85.

محمد تقی، عثمانی، عیسائیت کیا ہے (کراچی، دارالعلوم کورنگی، 1392ھ)، 84-85۔

21. Misbah Yazdi, *Nazria-ye Siyasi Islam*, Vol. 1, 23.

مصباح یزدی، نظریہ سیاسی اسلام، ج1، 23۔

22. Jawad Tabatbai, *Mafhūm-e Wilayat-e Mutlaqa dar Andaisha-e Siyasi sadaha-ye Miyaneh* (Tehran: Nigah e Maasir, 1380 AD), 13-20.

جواد طباطبائی، مفہوم ولایت مطلقہ در اندیشہ سیاسی سدہ ہای میانہ (تہران، نگاہ معاصر، 1380ش)، 13-20۔

23. Usmani, *Islam wa Siyasi Nazriyat*, 42.

عثمانی، اسلام وسیاسی نظریات، 42۔

24. Ali, Raheeq Aghsan, *Danishnama Dar Ilm-e Siyasat* (Tehran: Farhang e Saba, 1384 AD), 358.

علی، رحیق اغصان، دانشنامہ در علم سیاست (تہران، فرہنگ صبا، 1384)، 358۔

25. Mahmoud, Katirai, *Khalsa Mashoor bay Khabnama Muhammad Hassan khan eitamad al-saltana* (Tehran: Intasharat e Tahoori, 1348 AD), 17.

محمود، کتیرایی، خلسہ مشہور بہ خوابنامہ محمد حسن خان اعتماد السلطنہ (تہران، انتشارات طہوری، 1348ش)، 17۔

26. Abdullah Jawadi Aamuli, *Tafsīr-e Mouzui' Quran-e karīm*, Vol. 6 (Qom: Sirah Payamberan dar Quran, 1376 AD), 126-129.

عبداللہ، جوادی آملی، تفسیر موضوعی قرآن کریم، ج6 (قم، سیرۃ پیامبران در قرآن، 1376ش)، 126-129۔

27. Raghib, Isfahani, *Mufradat al-Quran*, Vol. 2, trans. Molana Abdohu Ferozpoori, (Lahore: Nashir; Sheikh Shams ul Haq, 1390 AD), 577.

راغب، اصفہانی، مفردات القرآن، ج2، ترجمہ: مولانا عبدہ فیروزپوری (لاہور، شیخ شمس الحق، 1390ھ)، 577۔

28. Ismaeel bin Hammad Aljohary,Alfarabi, *Al-Sihah Taj ul lughah wa sihah ul al,Arabiya*, Vol.3, (Dar ul Ilm Lilmalayeen, Beirut,1407),939.

اسماعیل بن حماد الجوہری، الفارابی، الصّحاح تاج اللغہ وصحاح العربیہ، ج۳، (دار العلم للملایین، بیروت، 1407ھ) 939۔

29. Raghib, Isfahani, *Mufradat al-Quran*, Vol. 2,249.

راغب، اصفہانی، مفردات القرآن، ج2، 249۔

30. Jawadi Aamuli, *Wilayat-e Faqih: Wilayat-e Fuqahat wa Adalat*, 86.

جوادی آملی، ولایت فقیہ، ولایت فقاہت وعدالت، 86۔

31. Mohsin Ali Najfi, *Balagh al-Quran* (Lahore: Me,raj Deen Printing Press, 2007), Sura Touba, Aya 122, 273.

محسن علی نجفی، بلاغ القرآن (لاہور، معراج دین پرنٹنگ پریس، 2007ء)، حاشیہ سورہ توبہ آیۃ122، 273۔

32. Misbah Yazdi, *Nazria-e Siyasi Islam*, Vol. 1 ,111.

مصباح یزدی، نظریہ سیاسی اسلام، ج1، 111۔

33. Roohullah, Mosavi al-Khomeini, *Wilayat-e Faqih* (Qom: Moa'ssa Tanzeem wa Nashr-e Aasar Imam Khomieni, 1398 AD), 96.

روح اللہ، موسوی خمینی، ولایت فقیہ (قم، مؤسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینیؒ، 1398ش)، 96۔

34. Muhammad bin Hassan, Hurr Aamli, *Wisai'l al-Shia*, Vol. 18 (Qom Moassisa Aalil Bait, 1412 AH), Chapter 10, Hadith 20.

محمد بن حسن، حر عاملی، وسائل الشیعہ، ج18، (قم، مؤسسہ آل البیت، 1412ھ)، باب10، ح20۔

35. Mohsin Kadiwar, *Nazriaha-ye Doulat dar Fiqh-e Shia* (Teharn: Ghazal, 1387 AD, 17.

محسن، کدیور، نظریۂ ھای دولت در فقہ شیعہ (تہران، غزال، 1387ش)، 17۔

36. Al-Muhaqiq al-Naraqi, *Aawaid al-Ayyām* fi bayan-e qwaed –ul Ahkam wa mohimat Masail Alhalal wa Alharam, (Qom: Sangi, 1408 AH), 185-206.

احمد بن محمد مہدی، محقق نراقی، عوائد الایام فی بیان قواعد الاحکام و مہمات مسائل الحلال والحرام (قم، سنگی، 1408ق)، 185-206۔

37. Muhammad bin Muhammad, Al-Sheikh al-Mufīd, *Al-Muqanna'a* (Qom: Mo,assa Al Nashr ul Islami, 1413 AH), 810.

محمد بن محمد، الشیخ مفید، المقنعہ (قم، مؤسسہ النشر الاسلامی، 1413ق)، 810۔

38. Rasool Jafferian, *Dīn wa Siyasat dar doura-e Safavi* (Qom: Ansarian, 1370 AD), 152-182.

رسول جعفریان، دین و سیاست در دورۂ صفوی (قم، انصاریان، 1370ش)، 152-182۔

39. Al Sheikh Jaffar, Kashif al-Ghita, *Kashf al-Ghita*, Vol.1 (Isfahan: Intasharat e Mehdi, 1422 AH), 207.

الشیخ جعفر، کاشف الغطاء، کشف الغطاء، ج1 (اصفہان، انتشارات مہدوی، 1422ق)، 207۔

40. Al-Sheikh Muhammad Hassan, Al-Najfi, *Jawahir al-Kalam fi Shar-e Sharaye' al-Islam* (Beirut: Dar Ahya-e Alturach Alarabi, 1981), 180.

الشیخ محمد حسن، النجفی، جواہر الکلام فی شرح شرائع الاسلام (بیروت، داراحیاء التراث العربی، 1981ء)، 180۔

41. Hussain Ali, Muntazri, *Mabani-e Fiqhi Hukumat-e Islami* (Qom: Mo,assa e Kayhan, 1367 AD), 47-8.

حسین علی، منتظری، مبانی فقہی حکومت اسلامی (قم، مؤسسہ کیہان، 1367ش)، 47-8۔

42. Muhammad Taqi, Misbah Yazdi, *Nigahi guzra bay Nazra-ye wilayat-e Faqih* (Qom: Intasharat e Moass,sa Amozshi Imam Khomeini, 1396 AD),12.

محمد تقی، مصباح یزدی، نگاھی گذرا بہ نظریۂ ولایت فقیہ (قم، انتشارات مؤسسہ آموزشی امام خمینیؒ، 1396ش)، قم، 12۔

43. Murtaza, Motahhari, *Panzdah Guftar* (Qom: Intasharat-e Sadra, 1390 AD), 265.

مرتضی، مطہری، پانزدہ گفتار (قم، انتشارات صدرا، 1390ش)، 265۔

44. Misbah Yazdi, *Nigahi guzra bay Nazra-ye wilayat-e Faqih*,115.

مصباح یزدی، نگاہی گذرا بہ نظریۂ ولایت فقیہ، 115۔

45. Ibid, 134-137.

ایضاً، 134-137۔

46. Thomas Michel, *Kalam-e Maseehi*, trans. Hussain Touqeefi, (Qom: Markaz e Mutaliat wa Tehqeeqat e Adyan o Mazahib, 1381 AD), 108-109.

توماس، میشل، کلام مسیحی، ترجمہ حسین توفیقی (قم، مرکز مطالعات و تحقیقات ادیان و مذاہب، 1381ش)، 108تا109۔

47. Aagha Jarri, Hashim, *Hukumat-e Dīni wa Hukumat wa democaratic, Majmoa' Maqalat* (Tehran: Moas,sa Nashr o Tehqeeqat e Zikr, 1381 AD), 295.

آغا جری، ہاشم، حکومت دینی و حکومت دموکراتیک مجموعہ مقالات (تہران، مؤسسہ نشر و تحقیقات ذکر، 1381)، 295۔

48. Usmani, *Islam wa Siyasi Nazriat*, 176.

عثمانی، اسلام و سیاسی نظریات، 176۔

49. Roohullah, Mosavi al-Khomeini, *Hukumat-e islami wa Wilayat-e Faqih Dar andeesha-ye Imam Khomeini* (Tehran: Moas,sa tanzeem o Nashr e Aasar Imam Khomieni, 1384 AD), 35,679.

روح اللہ، موسوی خمینی، حکومت اسلامی و ولایت فقیہ در اندیشۂ امام خمینیؒ (تہران، مؤسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینی، 1384)، 35و679۔

50. Jawad Tabatbai, *Mafhoom wilayat-e Mutlaqa dar andeesha Siyasi sadaha-ye Mianay* (Tehran, Nigah e Ma,asir, 1380 AD), 13-20,55.

جواد، طباطبائی، مفہوم ولایت مطلقہ در اندیشہ سیاسی سدہ ہای میانہ (تہران، نگاہ معاصر، 1380ش)، 13-20و55۔

51. Muhammad Raza, Kareemi wala, *Maqarina Mashroiyyat Hakimiyat dar Hukumat Alavi wa Hukumatha-ye ghair dīni* (Qom: Mo,assa Boostan e kitab, 1387 AD), 48,69,88.

محمد رضا، کریمی والا، مقارنہ مشروعیت حاکمیت در حکومت علوی و حکومت ہای غیر دینی (قم، مؤسسہ بوستان کتاب، 1387ش)،
48و69و88۔

52. Muhammad Raza, kareemiwala, *Nazar gah-e Islam dar jari bar taqrīrha-ye Mashroiyyat-e nizam-e Siyasi,Hukumat e Islami*, pp.79,57-108.

محمد رضا، کریمی والا، نظرگاہ اسلام در جاری بر تقریرہای مشروعیت نظام سیاسی، حکومت اسلامی، 79، 57-108

53. Ali Abd al-Razzāq, *Al-Islam wa al-Usūl al-Hikam* (Qom: Dar ul Maarif, 1378 AD), 103.

علی، عبدالرزاق، الاسلام والاصول الحکم (قم، دارالمعارف، 1378ش)، 103۔

54. Misbah Yazdi, *Nazria-ye Siyasi Islam*, Vol.1 ,24,25.

مصباح یزدی، نظریہ سیاسی اسلام، ج1، 24-25۔

55. Tooni Lain, *Tarīkh-e Tafakkur-e Masihiyyatt*, Trans. Robert Aasirian (Tehran, Farzan e rooz, 1386 AD), 495.

تونی، لین، ،تاریخ تفکر مسیحیت، ترجمہ: روبرت آسریان،1386ش، تہران،فرزان روز، 495

56. Roohullah, Mosavi Khomeini, *Sahīfa-ye Noor*, Vol.11 (Tehran: Moas, sa tanzeem o Nashr e Aasar Imam Khomieni,1389 AD),306 ; Roohullah, Moosvi Khomeini, *Wilayat-e Faqih* (Tehran: Moas,sa tanzeem o Nashr e Aasar Imam Khomieni, 1398 AD),77.

روح اللہ، موسوی خمینی، صحیفہ نور، ج11(تہران، مؤسسہ تنظیم ونشرآثارامام خمینی،1389ش)، 306؛روح اللہ، موسوی خمینی، ولایتِ فقیہ (تہران، مؤسسہ تنظیم ونشرآثارامام خمینی،1398)، 77۔

57. Usmani, *Islam wa Siyasi Nazriat*, 42.

عثمانی،اسلام وسیاسی نظریات، 42۔

58. Jawadi Aamuli, *Wilayat-e Faqih*: *Wilayat Faqahat wa Adalat*,44.

جوادی آملی، ولایت فقیہ،لایت فقاہت وعدالت، 44۔

59. Muhammad Hussain Malikzadeh, *Faqih dar qamat-e Hakim-e Jamia' islami* (Qom: Aitadal-e Islami, 1396 AD), 171.

محمد حسین، ملک زادہ،فقیہ در قامت حاکم جامعہ اسلامی (قم،اعتدال اسلامی،1396ش)،171۔

60. Misbah Yazdi, *Nazria-ye Siyasi Islam*, Vol. 1, 307, 297.

مصباح یزدی،نظریہ سیاسی اسلام، ج1، 307و297۔